۷۸۶

شیعیت کا تعارف

مؤلفہ
سید محمد رضا رضوی

[illegible] پریس کراچی

تقریظ

از: تاج العلماء مولانا محمد تقی نجفی مجتہد العصر مدظلہ

میں نے رسالہ "شیعیت کا تعارف" کا کہیں کہیں سے مطالعہ کیا تحریر میں خلوص کے جلوے اور ایک خاص لگن کے مشاہدہ سے مسرور و متاثر ہوا۔ مجھے امید ہے نیت کے مطابق اسکے اثرات و مقبولیت کا ظہور لازمی ہے اہل نظر اس سے بہت کچھ لطف اندوز ہونگے خصوصاً قوم کے ہونہار زیر تعلیم بچے اس کے مطالعہ سے بہت کچھ بہرہ یاب ہوں گے خداوند عالم جل شانہٗ جناب سید محمد رضا صاحب رضوی سلمہٗ کو بہترین توفیقات سے سرفراز رکھے موصوف نے بروقت عصر حاضر کی ایک اہم ضرورت کی طرف مناسب توجہ فرمائی خداوند کریم دینی خدمات کے شوق اور سلیقہ سے ہمیشہ ممدوح کی پشت پناہی فرماتا رہے۔ آمین ثم آمین

ناچیز (مولانا) محمد تقی

شیعیت کا تعارف

مختصر تاریخی تبصرہ:۔ جناب رسول خدا کے زمانے میں اسلام فرقوں میں تقسیم نہیں تھا۔ اس بارے میں مولانا شبلی نعمانی کی تحقیق یہ ہے کہ اسلام کے بہت سے فرقوں میں سے صرف چار فرقے ہیں جنکو زیادہ تر کامیابی نصیب ہوئی یعنی سنی شیعہ معتزلہ اور باطنیہ اور ان چاروں کے متعلق وہ اپنے ایک مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ ان مذاہب میں سے کسی ایک کی نسبت خصوصیت کے ساتھ یہ کہنا کہ وہ فلاں زمانے میں پیدا ہوا ایک قسم کی ناانصافی ہے۔ یا تو یہ کہنا چاہیئے کہ ابتدائے اسلام یعنی رسول اللہ وصحابہ کے زمانے میں تسنن، تشیع، اعتزال و قدر کوئی مذہب موجود نہ تھا۔ یا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ یہ تمام مذاہب اسی زمانے میں پیدا ہو چکے تھے"۔ (مقالات شبلی صفحہ ۶۸)

یہ صحیح ہے کہ رسول اکرمؐ کی زندگی میں شیعہ اور غیر شیعہ کی کوئی تفریق ظاہر نہیں ہوئی تھی لیکن رسول اللہ کے زمانہ میں ہی حضرت علی کی مخالفت شروع ہو گئی تھی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کی بے لوث خدمات دینی سرفروشی، دماغی بلندی۔ دیگر خوبیاں جس سے رسول اکرم بخوبی واقف تھے۔ اور اسی بنا پر حضرت علی کو تمام صحابہ پر فوقیت دیتے تھے جیسا کہ بہت سی متواتر و معتبر احادیث سے پتہ چلتا ہے مثلاً۔

(۱) میری اور علی کی خلقت ایک نور سے ہوئی

(۲) میں علم و حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں

(۳) اے علی تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ صرف فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

(۴) جو شخص علم آدم۔ تقوائے نوح۔ خلت ابراہیم۔ ہیبت موسیٰؑ۔ اور عبادت عیسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھ لے۔

(۵) جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں۔

ان تمام احادیث میں ایسی واضح نشاندہی موجود ہے جس نے حضرت علی کی ذات کو تمام صحابہ سے ممتاز بنا دیا ہے۔ یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنہوں نے لوگوں کے دلوں میں حسد پیدا کر دیا تھا۔ اور صحابہ میں کچھ لوگ شاید اس کا سبب محض قرابتداری سمجھتے ہوئے حضرت علی کی یہ عزت افزائی برداشت نہیں کر سکے اور ان سے رسولؐ کی زندگی ہی میں منحرف ہو گئے تھے یہی اختلاف تھا جو مختلف صورتوں سے رنگ لایا۔ بعد وفات رسولؐ سب سے پہلے حضرت عائشہ اور امیر شام معاویہ نے آپ پر حضرت عثمان کے قتل کا الزام لگایا۔ حالانکہ حضرت علی نے مختلف خطبوں اور امیر معاویہ کے نام خطوط میں اسکی تردید کی لیکن وہ نہیں مانے یہانتک کہ جمل و صفین میں پہلے پہل مسلمانوں کے درمیان میدانِ کارزار گرم ہو گیا جس پر آجتک ہر سنجیدہ مسلمان متاسف ہے۔

دوسری طرف وفات رسول کے بعد جبکہ اکثریت سیاسی رو میں بہہ کر اہل بیت اطہار سے کنارہ کش ہو گئی تو چند جلیل القدر صحابہ تھے جو حضرت علی سے

وابستہ رہے جن میں حضرت سلمان فارسی، ابوذر غفاری اور مقداد وغیرہ تھے۔ یہ لوگ شیعہ کے لقب سے خصوصیت کے ساتھ ملقب ہوئے۔ اسکے علاوہ اس وقت جبکہ قبائلی نظم وضبط کے خوگر عرب عوام حضرت ابوبکر کے انتخاب خلافت پر راضی ہو گئے اس وقت بھی ایک مختصر جماعت قرآن، سنت واحادیث کی روشنی میں اس مسئلہ میں حکومت وقت کی ہمنوا نہ ہوئی اگرچہ انھوں نے حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا۔ مگر وہ طرز جہانبانی سے راضی نہ تھے اسوقت شیعہ وغیرہ شیعہ کی صحیح معنی میں تفریق ظاہر ہوئی۔ وہ گروہ جو حضرت علی کے ساتھ تھا شیعہ کہلایا اور جو خلیفہ منتخب کے ساتھ تھا اس کا نام ابھی نہیں پڑا تھا وہ امیر معاویہ کے زمانہ میں پڑا اور وہ اہل سنت کہلائے

مسلمانوں کے بالکل آغاز سے لیکر خاتمہ خلافت تک کے ہر زمانہ میں مسئلہ خلافت سیاسی اکھاڑہ بنا رہا یہاں تک کہ خلیفہ اول کے بعد ہی سے شاذ ونادر کوئی خلیفہ وقت اپنی طبعی موت سے ہمکنار ہوا بلکہ ہمیشہ خلافت کی رسہ کشی اسکی زندگی کا خاتمہ کرتی رہی۔ دینی اعتبار سے ان اختلافات نے اسلام کو شدید نقصان پہونچایا اور مسلمان الگ الگ گروہ میں ہو کر سوچنے لگے رفتہ رفتہ ہر گروہ کے عقاید کی ایک مستقل فہرست بنگئی۔ ان فرقوں میں شیعہ اشاعرہ معتزلہ اور خوارج نے تاریخ میں جگہ بنائی۔ آج شیعہ اور اشاعرہ بڑی تعداد میں ہیں۔ معتزلہ بحیثیت گروہ کے مفقود ہو چکے ہیں اور خوارج بھی بہت کم رہ گئے ہیں وہ بھی در پردہ مذہب اہلسنت میں پناہ گزیں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے اتحاد یکجہتی کو پارہ پارہ کیا ایک طرف تو یہ لوگ شیعوں کیخلاف

ایسی بے بنیاد اور مضحکہ خیز باتوں کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں جس سے کہ سنی مسلمانوں
کو ان سے منافرت پیدا ہو اور دوسری طرف خود اہل سنت کے درمیان انھوں
نے بے شمار فروعی مسائل کو ہوا دیکر اسقدر مذہبی انتشار پیدا کر دیا ہے کہ اب
نوبت سر پھوڑنے تک کی ہو چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی مسلک کے ماننے والوں
میں یہ انتشار فکر ہی تو ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والا بھی سنی ہاتھ کھولکر
پڑھنے والا بھی سنی۔ سینے کے قریب ہاتھ باندھنے والا بھی سنی، ناف کے قریب
ہاتھ باندھنے والا بھی سنی حالانکہ رسول اکرم کا طریقہ نماز تو مختلف نہیں تھا۔
اسکے علاوہ خلفائے ثلاثہ کو اہل بیت سے افضل ماننے والے بھی سنی اور حضرت
علی کو ان پر فضیلت دینے والے بھی سنی امیر معاویہ کو خلیفہ برحق ماننے والے
بھی سنی اور ان پر احساس اسلامی کو فنا کرنے کا الزام لگانیوالے بھی سنی۔ واقعہ کربلا
پر آنسو بہانے والے بھی سنی اور اسے مقام جشن و مسرت بنانے والے بھی سنی
عزاداری کرنیوالے بھی سنی اور تعزیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹنے کا فتویٰ دینے والے
بھی سنی کربلا کے پیاسوں کی یاد میں سبیل لگانیوالے بھی سنی اور سبیل لگانیوالوں
کو کافر اور اسکے پانی کو معاذ اللہ پیشاب سے تشبیہ دینے والے بھی سنی۔
موجود ہیں۔ امام حسین کو شہید اعظم اور یزید کو ملعون کہنے والے بھی سنی ہیں اور
حسینؑ کے اقدام کو معاذ اللہ خودکشی خلیفہ وقت کے خلاف خروج اور یزید کو
رحمتہ اللہ علیہ کہنے والے بھی خود کو اہل سنت ہی سے منسوب کرتے ہیں جسکی تازہ
مثال مصنف کتاب "خلافت معاویہ و یزید" اور ان کے ساتھی آج بھی موجود ہیں۔
بہرحال یہ ہم نے اسلئے بیان کیا کہ ایک طرف تو سنی حضرات سنجیدگی کے ساتھ

ہی موقع پر ارشاد نہیں فرمایا بلکہ یہ اشارہ قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے اتنا اہم تھا کہ حضرت نے متعدد مواقع پر متعدد انداز و الفاظ میں اس بات کو بیان کیا ہے چنانچہ صحیح بخاری کتاب الحوض میں لکھا ہے (بحوالہ کتاب صحابیت از حافظ علی بہادر خاں) رامپوری اہم سے روایت کی مسلم بن ابراہیم سے ہم سے وہیب نے ان سے عبد العزیز نے ان سے انس نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حوض پر چند اصحاب میرے پاس آئینگے جب میں پہچان لونگا تو وہ دور کر دیئے جائیں گے میں کہونگا پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہیں تو جواب ملیگا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے بعد انھوں نے کیا کیا۔"

یہ حدیث صحیح مسلم طبع مصر ج ۲ صفحہ ۲۱ کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا صفاتہ میں بھی ان الفاظ میں ہے "میرے پاس حوض کوثر پر کچھ لوگ انمیں سے جو میری صحبت میں رہے ہیں آئینگے یہانتک کہ جب میں انھیں دیکھ لونگا اور وہ میرے سامنے آئینگے تو ایکدم مجھ سے دور کر دیئے جائینگے تو میں کہونگا اے میرے پروردگار یہ میرے پیارے اصحاب ہیں میرے اصحاب ہیں مجھ سے کہا جائیگا کہ آپکو نہیں معلوم کہ انھوں نے آپکے بعد کیا گل کھلائے" اسکے بعد تمام صحابہ عدول ہیں کی وقعت تو ظاہر ہے مگر ایسے مذموم کردار والے اصحاب کے ناموں کی فہرست کسی حدیث سے دستیاب نہیں ہے بلکہ مسلمان تاریخ و سیرت کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے کام لیکر ان کے ناموں کا تعین کرتے ہیں اس مسئلہ میں بھی سواد اعظم کے درمیان زبردست اختلاف موجود ہے بعض سنی اہل علم ایسے اصحاب کو اس قسم کی احادیث کا مصداق سمجھتے ہیں جنھیں جلیل القدر صحابی خلیفہ برحق کا نب

دحی رضی اللہ عنہ بلکہ عشرہ مبشرہ میں شمار کیا جاتا ہے عجیب بات ہے کہ اگر بحیثیت سنی کوئی شخص کسی صحابی کے متعلق کیسا ہی عقیدہ رکھے مگر اسکے ساتھ نماز روزہ، حج زکوٰۃ ادا کرنا اور شادی بیاہ بلکہ ہر قسم کا رشتہ رکھتے ہیں کوئی حرج نہیں لیکن ایک شیعہ خواہ قرآن وحدیث اور تاریخ وسیرت کی بنیاد پر سہی کسی ایسے صحابی سے جو دوسروں کی نظر میں محترم ہیں عقیدت نہ رکھے اور اسکے افعال کو احکام خدا ورسول کے مطابق نہ سمجھے تو وہ قابل ملامت بلکہ کافر اور اُس سے عداوت رکھنا عین مذہب آخر یہ کہاں کا انصاف ہے اور کونسی اسلامی تعلیم ہے ہمیں تو انتہائی حیرت ہوتی ہے اسبات پر کہ جس مسلک میں احتیاط کا یہ عالم ہو کہ مسلم الثبوت فاسق وفاجر بلکہ صحابہ کرام کے قاتلوں تک کو ملعون اور دوزخی کہنے میں تامل محسوس کیا جاتا ہو۔ اسکے افراد کا شیعوں سے اس اختلاف پر کشیدگی رکھنا اور انھیں بے جھجک کافر تک کہہ دینا تعصب و تنگ نظری کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے!

ہمارے خیال سے شیعوں سے کدورت کا سبب انکے خلاف غلط پروپیگنڈہ اور عدم واقفیت کی بنا پر ہے جسکا اندازہ خود انکا مذہبی لٹریچر دیکھنے سے ہو سکتا ہے اور اہل سنت کے آئمہ اربعہ و دیگر جید علماء کے طرز عمل کو معلوم کرنے سے بھی پتہ چل سکتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ شیعوں کے عقائد و مسلمات کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے اور مشہور سنی اکابر علماء کی آراء بھی پیش کر دی جائیں تاکہ مفسدوں کے پروپیگنڈے کے شکار مسلمانوں کو اپنے اوپر نظر ثانی کا موقع ملے اور وہ قرآن مجید کی اس آیت کا مصداق نہ بنیں "اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین پر فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح چاہتے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ وہی مفسد ہیں پر انھیں اسکا شعور نہیں۔

اس بارے میں ہم پرانی روایات کے انبار میں الجھنے کی بجائے دورہ حاضر
مشہور سنی اکابر علما کے انکار پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

(۱) سنی طریقہ نماز کی چھوٹی چھوٹی کتابیں ہر جگہ فروخت ہوتی ہیں اور ہوتی
ہیں جنمیں "ایمان مجمل" اور ایمان مفصل درج ہے اسمیں اسلام کے بنیادی عقائد
مثلاً توحید، رسالت حشر و نشر وغیرہ کا تذکرہ موجود ہے لیکن صحابہ پر ایمان لانے کا
نہیں ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ بات اسلام کا لازمی رکن نہیں۔

(۲) جماعت اسلامی پاکستان کے دستور کی دفعہ ۳ میں عقیدے کے تحت درج
ہے کہ آنحضرت کی نبوت کے اقرار کے بعد لازم آتا ہے کہ رسول خدا کے سوا کسی انسان کو
معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔
ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو جس معیار
کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی میں رکھے۔

"محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونیوالے کسی دوسرے انسان کا یہ
منصب تسلیم نہ کرے کہ اس کو ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر و ایمان کا فیصلہ ہو۔"

"تمام عصبیتیں اپنے دل سے نکالدے کسی کی محبت، عقیدت میں ایسا گرفتار
نہ ہو کہ رسول خدا کے لائے ہوئے حق کی محبت و عقیدت پر غالب آجائے۔ یا اس کے
مدمقابل بنجائے" اسکے بعد شائد مسلمانوں کو صرف یہ یاد دلانا کافی ہو کہ رسول خدا
ہی کا لایا ہوا حق یہ بھی تو ہے کہ "دین میں جبر و اکراہ نہیں ہے" لہٰذا اگر کسی کی کوئی بات
آپکی سمجھ کے مطابق غلط ہے تو اس میں جھگڑنے کی کیا ضرورت آخر قباحت کس لئے ہے۔

(۳) اخبار الامام مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق جمعہ ۱۷ اگست

۱۹۶۱ء کے صفحہ ۲ پر شام کے مشہور سنی عالم حضرت محسن الاسطوانی کے انتقال کی عبارت
کا ترجمہ یہ ہے "سنہ ۱۹۵۲ء میں علما کے ایک وفد نے مذہب جعفری و شریعت جعفریہ کی
حقانیت و حیثیت کے سلسلہ میں شیخ عبد المحسن الاسطوانی سے کچھ استفسار کیا تو
اس موقع پر جو کچھ بصورت فتویٰ فرمایا وہ یہ تھا۔ میں کل قیامت کے دن کیا جواب
دونگا جب رسول خدا یہ سوال کرینگے کہ کیسے انکار کیا تو نے میرے بیٹے امام جعفر
صادق کے اس مذہب سے جسکو انہوں نے حاصل کیا اپنے باپ سے اور اپنے
جد سے اور میرے دونوں نواسوں حسن و حسین سے اور میرے بھائی میرے خلیفہ علی ابن
ابی طالب سے یقیناً مذہب جعفری اسلامی اور اصولی ہے اور اگر میرے ہاتھ بھی کاٹ
دیئے جائیں تو بھی اس کے خلاف فتویٰ نہ دونگا۔

(۴) اسی قسم کا فتویٰ جناب شیخ محمود شلتوت ریکٹر جامعہ ازہر مصر نے بھی جنکا
ابھی ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۶۳ء کو چند ماہ قبل انتقال ہوا ہے) صادر فرمایا ہے۔ موصوف
سے پوچھا گیا کہ ہر مسلم پر واجب ہے کہ اپنی عبادات و معاملات درست کرنیکے
لئے مشہور مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرے ان میں مذہب شیعہ
اثنا عشری شامل نہیں ہے اس پر موصوف نے فرمایا مذہب جعفریہ جو مذہب شیعہ الامامیہ
اثنا عشریہ کے نام سے مشہور ہے اسکی پیروی بھی شرعاً جائز ہے اسی طرح جسطرح اہل سنت
کے دوسرے مذاہب کی پیروی جائز ہے مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیئے
اور ناروا مذہبی عصبیت سے نجات حاصل کرنا ان کا فرض ہے۔

مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

عقائد و مسلّماتِ شیعہ

اصولِ دین :- توحید - عدل - نبوت - امامت - قیامت

عقل و قرآن کی تائید :- تمام فرق اسلامیہ میں یہ خصوصیت فرقہ شیعہ ک
حاصل ہے کہ دین پر اعتقاد و ایمان کے سلسلہ میں عقلِ انسانی کو ایک بنیادی
تسلیم کیا گیا ہے عقل ہی وہ شے ہے جو ایک باشعور شخص کو تحقیق کی طرف لے جا
اور انبیاء و مرسلین کے صدق کا یقین دلاتی ہے اگر عقل نہ ہوتی تو انبیا کی کوئی
بھی نہ سنتا اور سنتا بھی تو اس پر یقین کرنے کا کوئی باعث نہ ہوتا۔ اگر کوئی ا
دین کو عقل سے نہیں بلکہ صرف نصوصِ قرآنیہ کی بنا پر تسلیم کرنا چاہتا ہے تو اس
یہ دلچسپ سوال ہو سکتا ہے کہ اس نے خود قرآن پر کس ذریعہ سے ایمان حا
کیا ہے نصوصِ قرآنیہ سے کسی مطلب کا یقین کرنا اس بات پر موقوف ہ
آپ پہلے دل سے قرآن کی صحت پر یقین لا چکے ہوں اور قرآن پر ایمان لانا ا
بات پر متفرع ہے کہ رسول کی نبوت، صداقت کا اعتقاد کر چکے ہوں ا
رسول کی نبوت و صداقت کا اعتقاد اسی وقت ممکن ہے کہ آپ کسی با
ارادہ قادر و حکیم مطلق ہستی کی الوہیت کا اقرار کر چکے ہوں اب اگر خدا کی
رسول کی رسالت اور قرآن کی حقانیت کو خود قرآن سے ثابت کرنا چاہ
حیثیت سے ایک غیر مسلم کیلئے یہ دلیل کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے اسکے لئے
سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ خدا نے عقل اسی لئے دی ہے کہ اسکے ذریعہ سے اللہ
کے رسول کی معرفت حاصل ہو بے شک اگر اصول دین میں سے کوئی ام

جسکی تصدیق پر قرآن مجید کی سچائی کا اعتقاد موقوف نہ ہو تو اس کو قرآن مجید کی رو سے ثابت کرنا درست ہے اسی طرح اگر قرآن مجید میں کوئی آیت اس کے متعلق نہ ملے اور عقل قطعی طور سے اسکا فیصلہ کرتی ہو تو اسکا ماننا ضروری ہے۔ ہمارے اصول دین وہ ہیں جن سے عقل و قرآن دونوں متفق ہیں۔ توحید۔ نبوت اور قیامت تو باجماع امت اصول دین میں داخل ہیں لہٰذا اختصار کے پیش نظر اسوقت اس پر گفتگو غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ جہانتک ایمان لانے کا تعلق ہے قرآن مجید میں ایسی بہت سی چیزوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے جو کسی مسلمان کے نزدیک اصول دین میں داخل نہیں ہے بہر حال عدل و امامت جو صرف ہمارے اصول دین میں داخل ہے اس مسئلہ میں بھی عقل اور قرآن دونوں متفق ہیں ایک طرف عقل بتلاتی ہے کہ اگر خدا عادل نہو تو جزا و سزا اور قیامت سب باطل ہیں اور چونکہ وہ کامل بالذات ہے اسمیں نقص کا شائبہ نہیں لہٰذا ظلم اس کیلئے محال ہے دوسری طرف قرآن مجید خدا کے عادل ہونے کی گواہی دے رہا ہے اور صریحی طور سے ظلم کی نفی کر رہا ہے۔ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونا چاہئے کہ توحید و عدل کا مفہوم ایک ہی ہے توحید کے معنی ہیں خدا کو ایک سمجھنا اور اسکی وحدت کا اقرار کرنا اور عدل کا مفاد ہے کہ خدا عادل ہے ظالم نہیں اسکا ہر کام حکمت مصلحت کے مطابق اور موقع و محل کے عین مطابق ہے جس سے دونوں کا فرق ظاہر ہے۔

اسی طرح عقل قطعی طور سے بتلاتی ہے کہ رسول کی وفات کے بعد شریعت نبویہ کی حفاظت کیلئے ایک امام ہونا ضروری ہے وہ کون شخص ہو؟ اسکی تعین کے لئے عقل حاکم ہے کہ نص خدا و رسول کی ضرورت ہے امام

وہی ہو سکتا ہے جو منصوص من اللہ ہو۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ امام اس کا بنایا ہوا ہو جو تمام مخلوق سے ایک رشتہ رکھتا ہو جس کو مخلوق کی ہدایت اور حفاظت شریعت کی ضرورت کا سب سے بہتر علم ہو اور اس ہستی کے استعداد سے کامل طور پر قبل عطا کرنے منصب امامت کے واقف ہو۔

ہمارے عقیدے میں امامت کے معنی صرف نماز کی امامت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد خلق کی پیشوائی اور حفاظت شریعت ہے اسی لئے انتخاب امام کا حق بندوں کو نہیں بلکہ اللہ کو ہے قرآن مجید سے بھی یہی سنت ظاہر ہوتی ہے کہ دیگر انبیا کے جانشین بھی اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیم کو امام بنا کر یہ امر بالکل واضح کر دیا ہے اگر انتخاب امام کا حق اللہ کے سوا بندے یا خود نبی کو ہوتا تو حضرت ابراہیم اپنی ذریت کے لئے اللہ سے استدعائے امامت نہ کرتے بلکہ اپنی ذریت میں سے جسے چاہتے اپنے قول یا فعل سے امام بنا دیتے۔

کسی صاحب عقل کے دل میں یہ خلش نہ ہونا چاہئے کہ اگر امام سامنے موجود نہ ہو تو اس پر کیونکر ایمان رکھا جائے اور غیبت میں ہونے کی صورت میں اس سے ہم کو کیا فائدہ ہے؟ لیکن ذرا تامل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس طرح تمام غائب حقائق دینیہ مثلاً فرشتے، حور و غلمان جنت، دوزخ اور معاد وغیرہ پر ایمان رکھنا ضروری ہے اسی طرح امام غائب کی امامت کا اعتقاد رکھنا لازمی ہے اور دیگر غائب حقائق دینیہ پر ایمان رکھنے سے جس طرح ہم کو پابند شریعت رہنے میں مدد ملتی

ہے اور دینی و دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں اسی طرح امام غائب پر ایمان سے حاصل ہیں۔
اصولاً تو ایسا سوال ہی غلط ہے اسلئے کہ جب عقل اور قرآن دونوں سے یہ
ثابت ہے کہ امام بنانا اللہ کا کام ہے تو پھر اللہ جس طرح سے اسے رکھے وہی صورت
بہتر ہے جس وقت ظاہر کرنا مناسب ہوگا امام کو ظاہر فرمائیگا اور انصاف کی
بات تو یہ ہے کہ اگر شیطان گمراہ کرنے کے لئے غائب رہ کر قیامت تک موجود
رہے تو اللہ کی طرف سے کسی ایسی ہستی کو بھی موجود رہنا چاہئے جو غیب میں رہکر
ہمیں صراط مستقیم دکھلاتی رہے۔

بہر حال ہمارے نزدیک اصول دین کا معیار یہ ہے کہ عقل و قرآن و حدیث
کی رو سے جن عقائد کا یقین رکھنا ضروری معلوم ہو ان پر احکام شرعیہ کا پہنچنا
انسان پر عمل پیرا ہونا موقوف ہو وہ اصول دین میں داخل ہیں

توحید:- خداوند عالم کی یکتائی بے ہمتائی کو عقلاً تسلیم کرنے کے
ساتھ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اس کی ذات ہر حیثیت سے کامل ہے آثار کمال کے
لحاظ سے اسکی صفات کا حصر و احد ناممکن ہے وہ عین ذات ہیں لیکن جو صفات
خاص طور پر بیان کئے گئے ہیں وہ آٹھ ہیں جنھیں صفات ثبوتیہ کہا جاتا ہے۔

۱- قدیم یعنی خدا ہمیشہ سے قدیم ہے - ۲- قادر یعنی خدا ہر چیز پر قدرت
رکھتا ہے - ۳- عالم وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے - ۴- حیّ یعنی خدا زندہ ہے
اور ہمیشہ زندہ رہے گا - مرید - وہ صاحب ارادہ ہے اور جو چیز واقع ہوتی
ہے اسکے اختیار سے ہوتی ہے وہ اپنے افعال میں مجبور نہیں - ۶- مدرک -
وہ ہر چیز کے ظاہر و باطن کا دریافت کرنے والا ہے اگرچہ آنکھ، کان وغیرہ

نہیں رکھتا۔ ۷۔ متکلم وہ جس چیز سے چاہے کلام پیدا کر سکتا ہے جیسے حضرت موسیٰ کے لئے درخت سے کلام پیدا کیا۔ ۸۔ صادق یعنی خدا کا کلام درست بہ حق ہے۔ ہمارے عقائد کی رو سے وہ صفتیں جو خدا کی ذات کے شایان شان نہیں ہیں آٹھ ہیں جنہیں صفات سلبیہ کہا جاتا ہے۔

۱۔ شرکت۔ یعنی خدا کا کوئی شریک نہیں۔ ۲۔ ترکیب یعنی چند چیزوں سے مل کر اس کا وجود تیار نہیں ہوا ہے اور اسکا کوئی جزو نہیں ہے۔ ۳۔ مکان یعنی خدا ایک جگہ اور ایک مقام میں نہیں۔ وہ اپنی قدرت کاملہ سے ہر جگہ موجود ہے۔ وہ لامکاں ہے۔ ۴۔ حلول یعنی خدا کسی چیز میں نہیں سماتا۔ آدمی کے بدن میں روح حلول کرتی ہے جب نکل جاتی ہے تب آدمی مرجاتا ہے یہ صورت خداوند عالم کے لئے روا نہیں ہے۔ ۵۔ محل حوادث یعنی خدا مختلف حالات وکیفیات سے بری ہے۔ پہلے کچھ تھا اور اسکے بعد کسی اور حال میں ہو گیا۔ یعنی بچپن سے جوانی پھر بڑھاپا یا جاگتا تھا سو گیا حق تعالےٰ ہر عیب سے مبّرا ہے۔ ۶۔ مرئی۔ خدا لائق دید نہیں ہے نہ دنیا میں نہ عقبےٰ میں اس کا نظر نہ آنا ہماری بصارت کا قصور نہیں بلکہ وہ نظر آنیوالی چیز ہی نہیں ہے۔ ۷۔ احتیاج۔ یعنی خدا ذات وصفات میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے وہ ہر طرح سے بے نیاز و مستغنی ہے۔ ۸۔ صفات کا زائد بر ذات ہونا یعنی خدا کی صفات اس کی ذات کے سوا اور علیحدہ نہیں ہیں اسکی ذات عین صفات اور اسکی صفات عین ذات ہیں مثل اسکے نہیں کہ آدمی جب لکھنے لگا تو کاتب ہوا کتابت کا فن اس کی ذات سے زائد ہے خدا ایسا نہیں ہے۔

۲۔ **عدل:**۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کا ہر کام اسکی حکمت و مصلحت کے مطابق اور موقع محل کے عین موافق ہے اسکے افعال میں ظلم و بے اعتدالی ناممکن ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ بندہ اپنے افعال میں مختار ہے اور ان کا ذمہ دار ہے۔

۳۔ **نبوت:**۔ سب انبیاء و مرسلین خدا کی طرف سے مبعوث اور مامور ہوئے ہیں سب برحق ہیں اور جو کتابیں اور صحیفے ان پر نازل ہوئے سب منجانب اللہ ہیں اور جو معجزات ان کے ہاتھوں واقع ہوئے ہیں جنکا تذکرہ کلام الٰہی اور احادیث میں آیا ہے سب صحیح و درست ہیں۔ سب پیغمبر معصوم یعنی مہد سے لحد تک تمام کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے پاک رہتے ہیں۔ کسی نبی سے کوئی خطا عمداً یا سہواً نہیں ہوتی۔ تمام مذموم صفات اور ایسے امراض میں مبتلا نہیں ہوتے جو موجب نفرت خلائق ہوں جیسے برص، جذام، اندھا، بہرا گونگا وغیرہ ہونا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک بنا بر مشہور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اللہ کی طرف سے مبعوث بر خلائق ہوئے اور ان سب نے ہمارے رسول کی تشریف آوری کی بشارت دی۔ آنحضرت پر ہر قسم کی نبوت و رسالت کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آپکا دین اسلام قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

۴۔ **امامت:**۔ خلافت، امامت ایک ہی عہدہ کے دو نام ہیں یہ کوئی موروثی چیز نہیں ہے۔ انبیاء و مرسلین کی طرح امام بھی منصوص و مامور من اللہ ہوتے ہیں جس طرح اور نبیوں کے وصی جانشین خدا کی جانب سے مقرر و معین ہوتے ہیں اسیطرح ہمارے نبی کے وصی جانشین بھی منصوص من اللہ ہیں

وہ سب معصوم، مالک علم لدّنی اور جمیع اوصاف مامورین خدا سے متصف ہیں اور تا قیام قیامت ان کی امامت باقی رہے گی۔ یہ امام بارہ ہیں جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ پہلے امام اور آنحضرت کے خلیفہ بلا فصل وصی برحق حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ دوسرے امام حضرت حسن علیہ السلام تیسرے امام حضرت حسین علیہ السلام۔ چوتھے حضرت زین العابدین علیہ السلام۔ پانچویں امام حضرت محمد باقر علیہ السلام چھٹے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام آٹھویں حضرت علی رضا علیہ السلام نویں امام حضرت محمد تقی علیہ السلام دسویں امام حضرت علی نقی علیہ السلام گیارھویں امام حضرت حسن عسکری علیہ السلام بارھویں امام مہدی آخر الزماں علیہ السلام جو کہ بحکم خدا زندہ اور پردۂ غیبت میں ہیں جس طرح سے بعض انبیا خدا کے حکم سے اب تک زندہ ہیں۔ قیامت سے قبل جب خدا کا حکم ہوگا تو وہ ظاہر ہونگے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

شیعہ و سنی متفق ہیں کہ جناب رسول اکرم نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے۔ ان حضرات میں سے ہر ایک نے قطعی طور پر اپنی امامت کا دعویٰ فرمایا اور جو کمالات و عبادات علوم و حقائق و معارف ان حضرات سے بتواتر ہم تک پہنچے ہیں وہ انھوں نے کسی دنیوی تعلیم گاہ سے حاصل نہیں کئے تھے اور وہ انکی صداقت کا بیّن ثبوت ہیں۔

خلافت و امامت کیلئے حکومت و اقتدار لازمی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک الٰہی منصب ہے ساتھیوں کی قلت اور غلبہ و اقتدار نہ ہونے سے حق ختم نہیں ہو سکتا

جس طرح سے دنیا والوں کے نہ ماننے سے ایک خدا کی نبوت میں فرق نہیں پڑتا اسی طرح خواہ کسمپرسی کا عالم ہو دنیا مخالفت پر آمادہ ہو گوشہ نشینی و تنہائی ہو پھر بھی اگر وہ منصوص من اللہ ہے تو اہل حق اسی کو خلیفہ برحق و امام سمجھیں گے۔

۵۔ قیامت:۔ قیامت سے یہ مراد ہے کہ تمام لوگ اسی بدن عنصری کے ساتھ بروز قیامت محشور ہونگے اور ان کے نیک و بد اعمال کا جائزہ لیا جائیگا جو لوگ قابل بہشت ہونگے وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے اور جو قابل دوزخ ہونگے انھیں نار جہنم میں دھکیل دیا جائیگا۔ جناب رسول خدا اور آئمہ طاہرین گنہگار مومنوں کی شفاعت کریں گے۔

فروع دین:۔ چھ ہیں اور بعض فقہا کے نزدیک دس ہیں۔

۱۔ نماز ہر شیعہ بالغ و عاقل پر سات نمازیں واجب ہیں اول نماز پنجگانہ جو روزانہ سترہ رکعتیں ہیں دوسرے نماز جمعہ جو بنا بر اقوی واجب تخییری ہے۔ تیسرے نماز آیات چوتھے نماز طواف پانچویں نماز نذر یا عہد یا قسم یا اجارہ چھٹے نماز والدین جو ان سے فوت ہو گئی ہو وہ بڑے بیٹے پر واجب ہے ساتویں نماز میت سنتی نمازیں ان کے علاوہ ہیں جیسے نوافل یومیہ وغیرہ جملہ شرائط طہارت وغیرہ کیساتھ۔ پنجگانہ کی بہت تاکید ہے ہمارے عقیدے میں منکر نماز کافر ہے۔ ۔ ۔ ۔ اگر نماز قبول ہو گئی تو باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے ورنہ نہیں۔

اوقات نماز:۔ نماز ظہر و عصر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہو کر غروب

تک رہتا ہے۔ زوال آفتاب کے بعد بقدر نماز ظہر کے مخصوص ظہر کا وقت
ہے اور ظہر کا وقت فضیلت زوال آفتاب سے لیکر اسوقت تک ہے
کہ سایہ ہر چیز کا اسکی برابر ہو جائے۔ غروب آفتاب سے قبل بقدر نماز
کے جو وقت باقی رہے وہ مخصوص عصر کا وقت ہے کہ ان خاص اوقات
ظہر کے مخصوص وقت میں بغیر اسکے ادا کئے عصر کی نماز صحیح نہیں اور عصر
مخصوص وقت میں بغیر اسکے پڑھے ظہر کی نماز صحیح نہیں۔ عصر کا وقت فضیلت
اسوقت تک رہتا ہے کہ سایہ کسی چیز کا اس سے دوگنا ہو جائے۔ مغرب
وقت غروب شرعی یعنی افق مشرق سے سرخی زائل ہونے کا وقت ہے
اس وقت تک رہتا ہے کہ نصف شب میں بقدر ادائے عشاء وقت
جائے غروب آفتاب کے فوراً بعد بقدر ادائے تین رکعت کے مخصوص مغرب
کا وقت ہے۔ اور نماز مغرب کا وقت فضیلت غروب سے لیکر مغرب کی سرخی
ہونے تک ہے۔ آخر میں جب نصف شب کے لئے بقدر چار رکعت وقت
باقی رہے یہ مخصوص عشاء کا وقت ہے اور نماز عشاء کا وقت فضیلت مغرب
کی سرخی دور ہونے سے لیکر تہائی رات تک ہے۔ نماز صبح کا وقت افق
سفیدی پھیلنے کی ابتدا سے لیکر جو کہ صبح صادق ہے سورج نکلنے تک باقی
رہتا ہے اور اسکی فضیلت کا آخری وقت مشرق کی سمت سرخی ظاہر ہونے
تک ہے۔ تمام نمازیں رو بقبلہ پڑھنا ضروری ہیں اور قبلہ سے مراد کعبہ ہے
جو مسجد الحرام کے درمیان واقع ہے۔ یہ کہنا جہالت کی دلیل ہے کہ شیعہ لوگ
تین وقت کی نماز پڑھتے ہیں یا کربلا کی طرف رخ کر کے پڑھتے ہیں۔ ہاں

آئمہ طاہرین کی زیارات ان کی قبر کی طرف اشارہ کر کے پڑھی جاتی ہیں اور وہ
نماز سے جداگانہ ہے۔

۲۔ روزہ۔ سے مراد حکم خدا کی تعمیل ہیں۔ طلوع صبح صادق سے لیکر
غروب شرعی تک جس کی علامت مشرق کی طرف سرخی کا زائل ہونا ہے کھانے
پینے اور ان تمام چیزوں سے پرہیز کرنا ہے جن کی ممانعت کی گئی ہے جسم کے ہر
حصہ کا روزہ ہے کسی کو زبان سے گالی دینے سے بھی روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

۳۔ زکواۃ۔ کی دو قسمیں ہیں ایک زکواۃ بدن جس کو فطرہ کہتے ہیں۔
دوسرے زکواۃ مال جو مخصوص شرائط کے ساتھ حسب ذیل چیزوں سے نکالنا
واجب ہے۔ اول سونا۔ دوسرے چاندی تیسرے گوسفند یعنی بھیڑ بکرا
دنبہ چوتھے اونٹ پانچویں گائے بیل چھٹے گیہوں ساتویں جو آٹھویں
مویز منقی نویں خرما۔

مختلف چیزوں سے زکواۃ نکالنے کے مختلف نصاب ہیں۔ جو شخص عمداً
اس سے انکار کر دے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ زکواۃ کا
مطلب فقراء و مساکین، غلاموں و کنیزوں کو آزاد کرانا جو بختی ہیں ہوں قرضدار
لوگ اور فقیر وغیرہ ہیں لیکن سید کو غیر سید کی زکواۃ لینا جائز نہیں ہے۔

۴۔ خمس:۔ پانچویں حصہ کا نام خمس ہے جو حضرت محمد و آل محمد علیہم
السلام کا حق ہے چونکہ زکواۃ لوگوں کا میل کچیل ہے لہذا خداوند عالم نے
ان مقدس حضرات کیلئے پسند نہ فرمایا کہ انکے واسطے خاص خاص مالوں میں
پانچواں حصہ مقرر کر دیا یہ خدائے بزرگ و برتر کی بڑی رحمت اور حضور سے محبت

نتیجہ ہے کہ اس نے اولاد رسولؐ اور سادات کیلئے ایسا حق قرار دیا تاکہ وہ فاقہ کشی سے محفوظ رہیں۔

اشیائے خمس :۔ سات چیزوں میں سے خمس کا نکالنا واجب ہے۔

۱۔ لوٹ کا مال جو کافروں سے جہاد میں ہاتھ آئے

۲۔ معدنیات جو کان سے نکالی جائیں۔

۳۔ خزانہ جو کہیں سے نکل آئے۔

۴۔ جو چیزیں دریا و سمندر سے غوطہ لگانے سے حاصل ہوں۔

۵۔ جو مال حلال، مال حرام میں مل جائے اور امتیاز نہ ہو سکے۔

۶۔ وہ زمین جو کافر ذمی کسی مسلمان سے خریدے

۷۔ جملہ قسم کے کاروبار سے جو منافع حاصل ہو اور سالانہ آمدنی سے اخراجات وضع کرکے جو کچھ بچے۔

مصرف خمس :۔ خمس کے چھ حصے ہوتے ہیں تین حصے اللہ، رسول، ذوی القربیٰ کے ہیں اور تین حصے یتیموں، مسکینوں اور پریشان حال مسافروں کے ہیں جو سادات بنی ہاشم ہوں۔ اس زمانہ میں سہم امام مجتہد جامع الشرائط کی اجازت سے ایسے دینی امور میں صرف کیا جائے جس میں رضائے امام کا پورے طور پر یقین ہو خمس کا نظام دراصل ایسا ہمہ گیر نظام ہے جس کے پورے طور پر رائج ہونے کے بعد کسی بڑی سے بڑی دینی و اجتماعی مہم کے لئے جو امور خیر میں داخل ہو کسی چندے یا ٹیکس کی ضرورت نہیں پڑ سکتی

۵۔ حج :۔ ہر صاحب استطاعت بالغ و عاقل مسلمان پر حسب

شرائط عمر میں ایک مرتبہ حج بیت اللہ واجب ہے جس کی تفصیل کتابوں میں درج ہے۔

۶۔ جہاد:۔ اس زمانہ میں جہاد صرف بصورت دفاع ہو سکتا ہے یعنی مرکز اسلام پر دشمن حملہ کریں تو فرض ہے کہ ان سے جنگ کرے اور انکو دفع کرے اور اپنے ننگ وناموس کی حفاظت کرنا بھی فرض ہے۔

۷۔ امر بالمعروف:۔ یعنی حتی الامکان لوگوں کو مطابق احکام خدا ورسول اچھی باتوں کی نصیحت کرے۔

۸۔ نہی عن المنکر:۔ یعنی جہانتک ممکن ہو لوگوں کو بری باتوں سے منع کرے اور ان کو عذاب وعتاب خدا سے ڈرائیے۔

۹۔ تولا:۔ یعنی اہل بیت رسول علیہم السلام سے اور انکے دوستوں سے دوستی رکھے۔

۱۰۔ تبرا:۔ اس کے معنی ہیں دوری اختیار کرنا یعنی خدا اور رسولؐ واہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں سے اور ان کے دشمنوں کے دوستوں سے بیزاری اختیار کرے۔ تبرا کے معنی گالی نہیں ہے جیسا کہ شیعوں کیخلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ دشمن کو بھی گالی دینا ہمارے عقائد کی رو سے دبطل صوم ہے کسی پر اس انداز سے تنقید کرنا یا اسکی بری باتوں کا تذکرہ کرنا جو علمی واخلاقی طریقوں کے خلاف ہو ناجائز ہے لیکن ظالم، مظلوم قاتل ومقتول اور حملہ آور، ودفاع کرنیوالے دونوں کو اچھا سمجھنا ہمارے مسلک میں جائز نہیں ہے۔

بعض دیگر عقائد و مسلّمات کا بیان

کلمہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ و
رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس
نے یہ اقرار کر لیا کہ "نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور حضرت محمد
اس کے رسول ہیں" وہ مسلمان ہے مگر مومن ہونیکے لئے ضروری ہے کہ وہ
بھی اعتقاد رکھے کہ "حضرت علی اللہ کے ولی اور رسول خدا کے وصی خلیفہ
بلا فصل ہیں"۔

قرآن مجید:۔ اللہ کا کلام ہے جو براہ راست بذریعہ وحی پیغمبر پر نازل
ہوا اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہیں ہے ہاں آیتوں کی ترتیب مطابق
تنزیل نہیں جس سے کوئی صاحب علم انکار نہیں کر سکتا اور امت کی ہدایت
کیلئے صرف قرآن کافی نہیں بلکہ اہل بیت کو اس کے ساتھ ماننا ضروری ہے
اس کے علاوہ یہ الزام لگانا کہ شیعہ موجودہ قرآن کو نہیں مانتے محض ایک
بہتان ہے اور اس طرح سے جاہل مسلمانوں کو گمراہ کرکے تفرقہ پیدا کرنا ایسی شرارت
ہے جسکے لئے ان لوگوں کو قیامت میں جواب دینے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔

دین:۔ ہمارا اسلام ہے اور مذہب شیعہ۔ ہمارے نزدیک اہل سنت
اور شیعہ دینی بھائی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی شیعہ عالم نے سنیوں کو کفر کا
فتویٰ نہیں دیا اور ہمیشہ اتحاد و اتفاق کی کوشش کرتے رہتے ہیں ورنہ
اس میں کسی ڈر یا خوف کا دخل نہیں ہے بعض سنی حضرات کو یہ کہتے سنا گیا

ہے کہ شیعہ خوف کی وجہ سے اتحاد کی باتیں کرتے ہیں ایسے لوگوں کو یہ بتا دینا
نامناسب نہ ہوگا کہ مذہب کے نام پر اپنا خون بہا دینا ہماری عادت ہے
اور اسکے ثبوت میں ہماری تاریخ گواہ ہے اگر ہم بزدل ہوتے تو آج ہمارا وجود
نہ ہوتا وجہ صرف یہی ہے کہ مذہبی اختلاف کے باوجود تمام مسلمانوں سے اخوت
محبت ہمارا ایمان ہے اور یہی ہمارے آئمہ اہل بیت کی سیرت ہے۔ کیا آپ کو
یاد نہیں کہ امام حسین ؑ نے جن کی یاد کو ہم اپنا جزو زندگی بنائے ہوئے ہیں
اپنا گھر بار لٹا دیا مگر بیعت نہ کی اختلاف رائے اپنی جگہ قائم رہا اس کے
باوجود جب زخموں سے چور ہو کر اعزا و اقارب کے "بہترا" داغ دل پر لئے ہوئے
گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور قاتل خنجر بکف قریب پہنچا تو آخری
الفاظ زبان مبارک پر یہ تھے کہ "پروردگار میں نے اپنے وعدے کو پورا کیا ان
لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اب تو انھیں ہدایت فرما اور بخشدے" یہ دعا صرف اسلیئے
تھی کہ وہ خود کو امت محمدی کہتے تھے حالانکہ ان میں سے اکثر دائرہ اسلام سے
خارج تھے۔

وحی والہام:۔ خدا کی طرف سے نبی کی اطلاع کا ذریعہ وحی ہے اسکی
صورت یہ ہے کہ خواب میں کسی امر کی تعلیم ہو، جیسے حضرت ابراہیم نے
خواب میں ذبح حضرت اسماعیل کے متعلق دیکھا تھا یا پس پردہ سے آواز آئے
جیسے حضرت موسیٰ درخت سے کلام سنتے تھے یا فرشتہ آکر کوئی پیغام پہنچائے
جیسے ہمارے نبی پر وحی ہوئی وہ براہ راست تھی حضرت علی یا کسی دوسرے
انسان کی معرفت نہیں۔۔ الہام سے مراد یہ ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی بات

دلمیں ڈالدی جائے یہ نبی غیر نبی دونوں سے متعلق ہے۔

ملائکہ:۔ پر ایمان لانا واجب ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور معصوم ہیں ان کی خلقت نور سے ہے اور شیطان کی خلقت نار سے ہے اور وہ از قسم جن تھا۔

آباء انبیاء و آئمہ:۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی و امام کے ماں باپ کافر نہیں ہوتے حضرت ابراہیم کے متعلق مسلمانوں کا یہ خیال غلط ہے کہ ان کا باپ آذر بت تراش کافر تھا بلکہ وہ آذر کے بھائی تارخ علیہ السلام کے بیٹے تھے جو خدا پرست تھے ہمارے نبی کا نور حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک برابر اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ تک منتقل ہوتا رہا۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ حضرت ابو طالب مرتے دم تک ایمان نہیں لائے وہ بھی خدا پرست اور آنحضرت کی بعثت سے قبل سنت ابراہیمی کے پیرو تھے اور وہ مسلمان مرے۔ اگر وہ کافر ہوتے تو جس طرح آنحضرت نے اپنے چچا ابولہب کو چھوڑ دیا تھا حضرت ابو طالب کو بھی چھوڑ دیتے اور ہرگز انکی تربیت میں رہنا گوارہ نہ کرتے کیونکہ ایمان کفر کی دوستی از روئے قرآن جائز نہیں۔ حضرت ابو طالب کو کافر کہنے والے یہ نہیں سوچتے کہ آنحضرت کا نکاح انھوں نے پڑھایا تھا اور ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ بعد میں تجدید نکاح کی گئی ہو۔ ایسی صورت میں وہ نکاح کیونکر درست ہوا۔ حضور کی اولاد صرف اسی نکاح سے ہے اس کو کیا کہیں گے۔

اہل بیت رسول:۔ ہیں حضرت علی، آنحضرت کی اکلوتی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا امام حسن اور امام حسین نو امام اولاد امام حسین سے ہیں۔ یہ سب

آل رسولؐ ذریت رسول اور ذوی القربیٰ بھی کہلاتے ہیں انکے علاوہ اور کوئی اہل بیت میں داخل نہیں آیتہ مباہلہ کی تفسیر جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اسکی فیصلہ کن گواہ ہے یہی وہ ذوات مقدسہ ہیں جو رسول اکرم کے ساتھ پانچ چیزوں میں شریک ہیں اول صلوات دوسرے وجوب مودّت تیسرے طہارت چوتھے اطاعت پانچویں تحریم صدقہ ہے خدا نے انکی محبت کو تمام مسلمانوں پر واجب کیا ہے اور اسے اجر رسالت قرار دیا ہے۔ یہی وہ عترت رسول ہیں جنکے لئے حضور نے فرمایا کہ "میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن دوسرے میری عترت یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے"۔ بعد کے حالات نے بتادیا کہ حفاظت دین کیلئے انھوں نے جو قربانیاں دی ہیں وہ کسی اور سے ممکن نہ ہو سکیں۔ جو لوگ اہل بیت میں ازواج کو بھی شامل کرتے ہیں انھیں کم از کم یہ تو سوچنا چاہیئے کہ جو درود وہ پڑھتے ہیں اسمیں آل کے بعد ازواج کا نام آتا ہے اگر اہل بیت میں ازواج شامل ہوتیں تو آل کا لفظ آجانے کے بعد علیحدہ سے ازواج کے ذکر کی کیا ضرورت تھی اسی طرح صحابہ کو اہل بیت سے افضل ماننے والوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اگر صحبت و قربت رسولؐ ہی کو بنیاد فضیلت تسلیم کر لیا جائے تو بھی اہل بیت ہی افضل قرار پاتے ہیں۔ اس لئے کہ جو قربت انھیں حاصل تھی وہ اور کسی کو میسّر نہ تھی۔

ازواج رسولؐ:۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ سب امہات المومنین ہیں آنحضرت کے بعد آپکی کسی بی بی سے دوسرا شخص نکاح نہیں کر سکتا اسی لئے کبھی کسی نے اس کے متعلق خواہش نہیں کی بلکہ سوچا تک نہ ہوگا سوائے یزید ملعون کے کہ اسنے

حضرت عائشہ کے حسن وجمال کی شہرت سنکر ان سے نکاح کی خواہش کی تھی لوگوں کے ملامت کرنے سے باز رہا تمام ازواج میں حضرت خدیجہ اور ام سلمہ کا مرتبہ بلحاظ خدا اور رسول بہت زیادہ تھا۔ منافقین نے جو تہمت حضرت عائشہ پہ لگائی تھی وہ غلط اور بہتان عظیم تھا۔

اصحاب رسولؐ :۔ ہمارے عقیدے میں تمام اصحاب رسول واجب الاحترام ہیں مگر صحابیت کا معیار یہ ہے کہ وہ آخر وقت تک ایمان پہ قائم رہے کسی وقت بھی اس کا عمل کتاب وسنت کے خلاف ہو تو اسکے دفاع میں یہ کافی نہیں کہ وہ صحابی رسول ہے اسلئے اس پہ تنقید مناسب نہیں اور وہ بہر حال لائق عزت ہے۔

آئمہ سے امداد طلبی :۔ اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا نہ صرف جائز بلکہ باعث برکت ہے۔ اگر غیر خدا سے مدد مانگنا شرک بدعت ہوتا تو انسان بوقت ضرورت نہ تو وکیل سے مدد لے سکتا اور نہ ڈاکٹر سے اور اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں خود مومنین سے اسلام ربانی اسلام کی نصرت واعانت طلب نہ کرتا۔ (پ ۲۸۔ الصف) "مسلمانوں اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ" دوسری جگہ ارشاد ہوا (پ ۶۔ المائدہ) "مسلمانو، اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف پہنچنے کے ذریعے ڈھونڈھتے رہو" کیا خدا کمزور ہے جو خود اسلام کی نصرت نہیں کر سکتا اور لوگوں سے مدد چاہتا ہے۔ نہیں بلکہ اس نے ایک قانون بتادیا کہ انسان ایک دوسرے سے مدد لے اور بزرگان دین کے وسیلہ سے برکت طلب مانگے۔ اسی لئے یا رسول اللہ اور یا علی پکارنا جائز ہے۔ ہر مسلمان

روزانہ نماز میں اسلام علیک ایہا النبی پڑھتا ہے۔ یہ ندائیہ کلمات ہیں جو
زندہ کے واسطے استعمال ہوتے ہیں اگر شرک ہوتا تو نماز میں نہ پڑھا جاتا۔
بے شک خدا کے علاوہ کسی کو "بذاتہ" قادر مطلق جان کر اس سے دعا مانگنا
شرک ہے مگر کسی کو اس اعتقاد سے پکارنا کہ وہ خدا کے مقربین سے ہے اور
اللہ ہی نے اسکو مشکل کشا بنا دیا ہے کسی طرح شرک نہیں ہو سکتا۔

توبہ:۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر بندہ مومن صدق دل سے توبہ کرے تو خدا اسکے
گناہ معاف کر دیتا ہے۔ توبہ کے معنی ہیں گناہوں کے ارتکاب پر اپنی ندامت کا
اظہار اور آئندہ نہ کرنے کا عہد۔

زیارت قبور:۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیا و آئمہ اور اولیا کی قبور کی
زیارت کرنا اس لئے کہ وہ مقربانِ خدا ہیں باعث ثواب اور زیادتی ایمان
کا سبب ہے باعث رقت قلب اور موجب حصول عبرت بھی ہے۔

نذر و نیاز و فاتحہ:۔ چہاردہ معصومین اور دیگر بزرگان دین کی نذر و نیاز
کرنا باعث ثواب اور حصول رحمت کا ذریعہ ہے۔ مردوں کا فاتحہ دلانا بھی
ہمارے عقیدے میں درست ہے جن چیزوں پر ہم فاتحہ دلاتے ہیں وہ تو مردہ کے
سامنے نہیں جاتیں لیکن محتاجوں اور ضرورت مندوں کو کھلانے سے وہ بصورت
نیکی مردہ کے سامنے جاتا ہے جس سے وہ روح خوش ہوتی ہے۔

عزاداری:۔ مختلف صورتوں سے واقعۂ کربلا کی یاد قائم رکھنے کا نام
"عزاداری" ہے اور یہ انسانیت سوز مظالم کے خلاف ایک موثر احتجاج ہے
اسکا اس طرح نمایاں طور پر ممکن صورت سے مظاہرہ ہمیشہ قوت باطل

بیزاری اور جبر و تشدد کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنے کا اعلان اور اسکا اظہار ہے کہ وہ آواز جو امام حسینؑ نے باطل کے خلاف بلند کی وہ ان کی ایک انفرادی آواز نہ تھی بلکہ وہ انسانی ضمیر کی اجتماعی آواز ہے جو قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ ہماری رگ حیات ہے اور اس پیغام کو آنیوالی نسلوں تک پہنچاتے رہنا ہر انسانیت نواز شخص کا فریضہ ہے۔ بلا اختلاف دین وہ مذہب امام حسین ہر شریف دل پہ چھا گئے ہیں۔ ہاں کچھ باطل پرست ابھی دنیا میں ایسے بھی ہیں جو کبھی کبھی شیطان سے اپنی وفاداری کا حق ادا کرتے رہتے ہیں مگر وہ اپنی عاقبت بگاڑنے کے سوا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ انسانی ضمیر اس معاملے میں اتنا بیدار ہو چکا ہے کہ جوش کی یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

ابھی کل کی بات ہے کہ کشمیر میں موئے مبارک کی چوری پر تمام مسلمانوں نے اپنے شدید غم و غصہ اور ردعمل پیٹنے کا اظہار کیا جس کا ذکر اخبارات میں آچکا ہے مگر رسومات عزاداری پر اعتراض کرنیوالے بالکل خاموش رہے

سامان عزاء۔ تعزیہ حضرت امام حسینؑ کے روضے کی شبیہ ہے چونکہ روضہ تک پہونچنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں اس لئے محبت و عقیدت کی انکانی حد تک پیاس بجھانے کا یہ ایک ذریعہ ہے شریعت اسلام کے لحاظ سے اس میں کچھ خرابی اس لئے نہیں کہ مجسمہ بنانا جائز ہے وہ ذی روح کا ہے تعزیہ کسی ذی روح کی تصویر نہیں ہے جس طرح خانہ کعبہ حجاز میں ہے لیکن

مسجدیں ہر جگہ موجود ہیں جو خالق کی طرف نسبت کی وجہ سے واجب الاحترام ہیں اسی طرح تعزیہ روضہ سید الشہدا کی مشابہت سے محترم سمجھا جاتا ہے۔ گذشتہ سال غلاف خانۂ کعبہ سے جو ابھی کعبہ سے مس بھی نہیں ہوا تھا اپنے شاندار احترام کا مظاہرہ کرنے کے بعد کسی مسلمان کو سامان عزا کے احترام میں شک کرنے کا حق نہیں پہونچتا۔

علم:۔ میدان جہاد میں ایک جماعت کا جو نشان ہوتا ہے وہ علم کہلاتا ہے کربلا کے جہاد میں فوج حسینی کا علم حضرت عباس کے پاس تھا انھوں نے آخر دم تک اس کی جس طرح حفاظت کی وہ آپ اپنی نظیر ہے ہاں جب خود شہید ہو گئے تو آپ کے ساتھ علم بھی زمین پہ آیا۔ سامان عزا میں اسکی موجودگی اعلان ہے اس بات کا کہ وہ علم جو کربلا میں گرا سرنگوں نہیں ہوا بلکہ آج تک بلند ہے۔ غم و الم کے ساتھ یہ حسرت نصرت کا عملی ترجمان ہے اور ماتم کی صف میں یہ ایک صف جہاد کا تصور قائم کرتا ہے اور دلمیں ولولۂ نصرت کو زندہ و بیدار رکھتا ہے۔

مشک:۔ اس علم کے ساتھ ایک چھوٹی سی مشک بھی آویزاں ہوتی ہے اور اس میں ایک تیر لگا ہوا نظر آتا ہے یہ اس کی یادگار ہے کہ وہ علمدار اطفال حسین کے لئے پانی کی سبیل کرنے دریا پہ گیا تھا اس نے ہزاروں کی فوج کو شکست دیکر پانی نہر سے بھرا مگر افسوس کہ مشک میں تیر لگنے سے پانی خیمہ تک نہ پہونچ سکا۔

تابوت:۔ یہ اس طرح کا صندوق ہوتا ہے جس میں جنازہ اٹھایا

جاتا ہے اسلام میں سب سے پہلے حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا کا جنازہ
آپ کی وصیت کے مطابق تابوت میں اٹھایا گیا تھا۔ سامان عزا میں تابوت
کا جز و اس حسرتناک واقعہ کی یاد دلاتا ہے کہ کربلا میں شہدا کا جنازہ نہیں
اٹھ سکا کیونکہ شہادت کے بعد ظالم فوجی اہل بیت کو اسیر کر کے کوفہ لیگئے
اور شہدا کی مقدس لاشیں ریگ گرم پر چھوڑ گئے۔
تیسرے دن بنی اسد نے اسی جگہ ان شہدائے راہ خدا کو دفن کر دیا۔

ذوالجناح:۔ جلوس عزا اور کبھی کبھی مجلس کے ختم پر ایک گھوڑا نکالا
جاتا ہے جس پر ڈھال، تلوار اور کبھی کبھی مصنوعی تیر بھی لگے ہوتے ہیں اور
سفید لباس پر سرخ رنگ سے چھینٹے پڑے ہوتے ہیں اس پر کسی کا خون
نہیں چھڑکا جاتا جیسا کہ بعض شرپسند شیعوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے
ہیں اس لئے کہ انسانی خون بھی فقہ شیعہ میں نجس ہے سوائے شہدائے راہ
خدا کے۔ یہ امام حسین کے باوفا گھوڑے کی یاد دلانے کا ایک طریقہ ہے
وہ گھوڑا جس نے پانی میں پہنچ کر بھی پانی سے منہ نہیں لگایا اس لئے کہ خیمہ
میں حسین کے چھوٹے چھوٹے بچے تین دن سے پیاسے تھے۔ یہ انسانیت کو
شرم دلانے کے لئے ہے کہ جانور ہو کر بھی وہ گھوڑا فرزند رسول کی مصیبت
میں کس طرح شریک ہوا مگر کیسے درندہ صفت تھے وہ لوگ جنہوں نے
حسین کے چھ ماہ کے بچے کو جو پیاس سے جاں بلب ہو رہا تھا سوال
آب پر تیر ستم کا نشانہ بنا دیا۔ مذہبی اعتبار سے اس میں اس لئے کوئی
خرابی نہیں کہ تصویر جو اسلام میں جائز نہیں ہے وہ جاندار کی ہے جان

مجسم تصویر ہے یہاں وہ صورت نہیں ہے۔ اسلامی شریعت کے مطابق ہر سال جانوروں کی جو قربانی ہوتی ہے اسے اس جانور کی شبیہ ہی سمجھا جا سکتا ہے جو حضرت اسماعیل کے لئے بطور فدیہ آگئی تھی۔

گہوارہ :۔ جسے دیہاتوں میں جھولا بھی کہا جاتا ہے یہ کربلا کے کمسن مجاہد علی اصغر کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہے جو شیرخوارگی کے سن میں باپ کے ہاتھوں پر شہید ہوئے یہ وہ قربانی ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں ناپید ہے۔ اس قربانی نے ان معترضین کا منہ بند کر دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کربلا کی جنگ حق و باطل نہیں بلکہ دو شہزادوں کی جنگ تھی۔ اس لئے یہ یادگار بھی سامان عزا میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

سبیل :۔ پیاسوں کے لئے پانی پلانے کا جو انتظام ہوتا ہے اسے سبیل کہتے ہیں یہ امام حسین اور ان کے اعزا و انصار کی پیاس کو یاد دلانے کے لئے ہے اس لئے کہ کربلا کے میدان میں شہادت حسینؑ سے تین دن پہلے آپ پر اور آپ کے ساتھ والوں پر پانی بند کر دیا گیا تھا چھوٹے چھوٹے بچے تک پیاس سے مضطرب و بیتاب تھے۔ امام حسینؑ نے اپنے بیمار بیٹے سے وصیت کی تھی کہ جب مدینے لوٹ کر جانا تو ہمارے دوستوں کو سلام کہنا اور کہنا کہ جب ٹھنڈا پانی پینا تو حسینؑ کی پیاس کو نہ بھولنا اور کہنا کہ اے کاش تم کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ میں اپنے چھ مہینے کے لال کے لئے کس طرح پانی مانگ رہا تھا" اسی لئے حسین کے نام سے پیاسوں کو پانی پلانے کی سبیل رکھی جاتی ہے۔

ماتم :- غیر شیعہ افراد کو عام طور سے حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیسے
پھرے لوگ ہیں جو اپنا خون خود ہی بہاتے ہیں بے شک یہ فعل کسی
یا منطقی مصلحت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ بتقاضائے جوش محبت
اس کے جواز کو سمجھنے کے لئے مسلمانوں کو حضرت اویس قرنی کے واقعہ
غور کرنا چاہیئے جنہوں نے یہ سنکر کہ جنگ احد میں سرکار رسالتؐ کے
دانت شہید ہو گئے تھے پتھر سے اپنے تمام دانت توڑ کر خود کو زخمی کر
تھا حضور نے ان کو جنت کی بشارت دی ہے اور اس واقعہ سے کس
مسلمان کو انکار نہیں ہے۔ ماتم ایک زندہ معجزہ ہے ہم اتنا خون بہاتے
ہیں پھر بھی ہمارے جسم میں کبھی خون کی کمی نہیں ہوتی جسم پر شدید زخم
کے باوجود جبکہ کوئی طبی احتیاط بھی نہ برتی جاتی ہو کبھی کسی نے دیکھا
کہ کسی ماتم دار کا جسم سڑا یا گلا ہو۔ ماتم کے علاوہ چاقو سے ذرا سی انگلی
کاٹ کر ہی چھوڑ دیجیئے اور پھر دیکھیئے کیا پریشانی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ مختلف ملکوں اور شہروں کے لحاظ سے بکثرت
عزاداری کی رسمیں رائج ہیں جن میں مشترک روح واقعہ کربلا کی
تازہ کرنا ہے ان میں اصل روح کے تحفظ کے ساتھ جو ضروری ہے بہت
رسموں میں ترقی یا تبدیلی کی گنجائش ہے جو اکثر ہوتی بھی رہتی ہے۔

قاتلان حسینؑ :- ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ لوگ دائرہ اسلام سے
خارج تھے۔ تاریخی واقعات اس حقیقت کو بے نقاب کر دیتے ہیں
لا مذہبی ان کا حقیقی مذہب اور دنیاوی جاہ و ثروت انکا دین وایمان

کچھ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر وہ نام نہاد مسلمان بنے ہوئے تھے اس کے ثبوت کی گنجائش یہاں پر نہیں ہے اگر کوئی چاہتا ہے تو وہ رسالہ "قاتلان حسین کا مذہب" امامیہ مشن لاہور کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ جہاں تک ہمارے عقیدے کا تعلق ہے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ قاتلان حسین کسی اسلامی فرقے سے تعلق رکھتے تھے مگر وہ لوگ جو انھیں مسلمان سمجھتے ہیں اور شیعہ بتلاتے ہیں ان سے ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگر یزید اور اس کے ساتھی مسلمان تھے تو ان کی جگہ اسی فرقہ میں ہو سکتی ہے جس فرقہ میں یزید کو امیر المومنین اور اس کی خلافت کو جائز سمجھنے والے موجود ہوں۔ جو لوگ قاتلان حسین کو برا سمجھتے ہیں انھیں اپنے گروہ پر نظر ڈالنا چاہیے اور اگر ایسے افراد ملیں جو یزید اور اس کے ہواخواہوں کا دم بھرتے ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا انھیں اپنے گروہ سے خارج کر دیں یا پھر خود اس گروہ سے علیحدہ ہو جائیں۔

تقیہ :۔ کے معنی ہیں مذہب کو دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ کرنا خواہ کلمۂ حق کے خلاف ہی کچھ کہنا پڑے بشرطیکہ دل میں ایمان موجود ہو اور اس سے اصل دین اسلام برباد نہ ہوتا ہو یہ ایک عقلی ضرورت اور فطری تقاضا ہے۔ شیعوں کو اس معاملہ میں بدنام کرنیوالے اپنی عملی زندگی میں وقت پڑنے پر خود بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور ان کے جید علماء کے اقوال سے بھی نہ صرف جواز تقیہ ثابت ہے بلکہ وہ بعض مواقع پر صریحی جھوٹ بولنے کو سچ سے ہزار درجہ بہتر بتلاتے ہیں چنانچہ قاری محمد طیب صاحب

مہتمم دار العلوم دیوبند جو دور حاضر میں سواد اعظم کے ممتاز ترین علماء
ہیں اپنی کتاب" ایک قرآن" کے صفحہ ۲۵ پہ جزئیات کا حسن و قبح کلی
کے تابع ہے کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں " یہ علمی اور نظری تفریق الگ
جیسا کہ عمل کے دائرہ میں شرعی حسنات خبث نیت یا بے محل استعمال
ہونے سے سیات بن جاتی ہیں۔ غیبت میں سچ ہی بولا جاتا ہے۔ غلط
گوئی نہیں کی جاتی۔ پس پشت عیب بیانی چونکہ موجب فتنہ و فساد
البین ہے اور بے محل ہوتی ہے اس لئے یہ سچ قبیح بن جاتا ہے
اس سے وہ جھوٹ ہزار درجہ بہتر ثابت ہوتا ہے جو مصلحت ذات البین
کے لئے بول دیا جائے۔ پس سچ فی نفسہ حسن ہے مگر سلسلۂ استعمال قبیح
جانے سے وہ بھی قبیح ہو جاتا ہے۔ تقیہ جھوٹ بولنا نہیں ہے۔ اس کا
حکم قرآن سے ثابت ہے مومن آل فرعون جو حضرت موسیٰ پہ ایمان
تھا اس کی صفت یہ بیان کی گئی ہے۔ (پ ۲۴ - ع ۱۶ - المومن)
فرعون کے لوگوں میں سے ایک مرد ایمان دار تھا وہ اپنے ایمان کو چھپا
رکھتا تھا" (پ ۱۴ - سورہ النحل - ع ۱۳) "جو شخص کفر پہ مجبور کیا جائے
مگر اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو، اس سے کچھ مواخذہ نہیں
لیکن جو شخص ایمان لانے کے پیچھے خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر بھی کرے
تو جی کھول کر، تو ایسے لوگوں پہ خدا کا غضب اور ان کے لئے بڑا سخت
عذاب ہے،، کل تفاسیر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت
عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی جبکہ انھوں نے

کفار مکہ کے ظلم سے مجبور ہو کر کلمات کفر کہہ دیئے۔ یہ خبر آنحضرت کو پہنچی تو آپ نے فرمایا "عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے"۔

بزرگان دین کی سیرت میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہے جہاں پر جان و مذہب کی حفاظت کے لیئے حقیقت کو چھپایا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم نے جس وقت کہ بتوں کو توڑ ڈالا اور ان سے پوچھا گیا کہ بتاؤ کس نے توڑا ہے تو اس کا صحیح جواب انھوں نے نہیں دیا بلکہ حقیقت کو جانتے ہوئے چھپایا اور ٹالنے کیلئے کہہ دیا کہ بڑے بت سے پوچھو۔ جب فرعون نے حضرت موسیٰ کو دودھ پلانے کیلئے دایہ طلب کی اور والدہ ماجدہ جناب موسیٰ پیش ہوئیں تو انھوں نے رشتہ مادری کو پوشیدہ رکھا۔ ہجرت رسول کے موقع پر جب کفار قریش صبح کے وقت حضور کو قتل کرنے کی غرض سے گھر میں گھس آئے اور حضرت علی سے پوچھا کہ "بتاؤ محمدؐ کہاں ہیں"، اس وقت حضرت علی کو اس سوال کے جواب کا صحیح علم تھا یا نہیں۔ اب میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کیا حضرت علی کا یہ جواب مناسب ہوتا کہ حضور ہجرت کر کے مدینے کی طرف گئے ہوئے ہیں؟ سچ بولنے کا تقاضا تو یہی تھا مگر یہ سچ بولنے کی ایک غیر معتدل شکل ہو سکتی تھی احساس اسلامی کا تقاضا نہ ہوتا۔

متعہ:۔ کے معنی وہ عقد ہے جو ایک معین مدت تک کیلئے ہو۔ اسکے علاوہ تمام شرائط تقریباً وہی ہیں جو عقد دائمی کی ہیں۔ بے شک متعہ ہمارے عقیدے میں مباح ہے واجب نہیں۔ عام مسلمان اس مسئلہ میں بھی

ہم سے اس حد تک متفق ہیں کہ متعہ عہد رسالت میں جائز تھا مگر وہ کہتے ہیں کہ بعد میں حرام کر دیا گیا۔ یہ کب اور کیسے ہوا؟ اس کے لئے انکے دبستان فکر میں زبردست خلفشار ہے جو بذات خود اعتراض کو بلے وقعت بنا دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ عہد رسالت ہی میں منسوخ ہو گیا اس میں مختلف اوقات بتائے جاتے ہیں۔ کسی کا کہنا ہے کہ یہ کئی دفعہ جائز ہوا اور پھر منسوخ کیا گیا۔ کسی کا خیال ہے کہ فتح مکہ میں کچھ دنوں کے لئے جائز ہوا تھا۔ بعض اکابر اہل سنت کا کہنا ہے کہ آیت متعہ (ب ۵) منسوخ نہیں ہوئی مگر مشہور ترین قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں حرام قرار دیا۔ ہمارے عقیدے میں ایک فرد امت کیا اگر تمام دنیا کے مسلمان مل کر فتویٰ دیں تو بھی کسی ادنیٰ سی چیز کو جو عہد رسالت میں حلال رہی ہو قیامت تک حرام نہیں کر سکتے۔

اخلاقی اعتبار سے اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ دنیا سے زنا کاری کو مٹانے کے لئے اس سے بہتر حل ممکن نہیں ہے، سوچنا چاہیئے کہ وہی فعل ایک وقت میں گناہ کبیرہ دوسرے وقت جائز کیسے ہو جاتا ہے۔ یہی نا کہ مذہب کے بتائے ہوئے چند کلمات کو زبان پر جاری کر لینے سے اور جبکہ یہی صورت متعہ کے لئے ہے تو وہ کیونکر غلط ہو سکتا ہے۔

مسئلہ بداء:۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مصالح و حالات کی تبدیلی کی بنا پر مقدرات میں تبدیلی کی جاتی ہے اس کا باعث ندامت و

پشیمانی نہیں ہے اس کی نظر میں تمام مسلمانوں کے متفق علیہ مسلمات
میں موجود ہیں۔ گناہوں سے مغفرت، قبولیت دعا، شفاعت، صدقہ
وخیرات سے ردّ بلا وغیرہ یہ سب احکامات میں تبدیلیاں ہی ہیں
اسی کو بداء کہتے ہیں۔
قرآن شریف میں اس کا بیان موجود ہے کہ "اللہ جو بات چاہتا ہے
مٹا دیتا ہے اور جو بات چاہتا ہے قائم رکھتا ہے" اس سے صاف
ظاہر ہے کہ کسی ہونے والی بات ہی کو مٹایا جاتا ہے جس کا سبب
حالات کی تبدیلی ہے۔ عقیدہ نسخ کے بارے میں یہودیوں، نصرانیوں
کے اس الزام کہ "اللہ شریعتوں میں تبدیلی کرتا ہے تو اسکے معنی یہ
ہیں تو اسے پشیمانی ہوتی ہے اس لئے ایک قانون کو منسوخ
کر کے دوسرا قانون نافذ کرتا ہے" تمام مسلمان یہی جواب دیتے
ہیں کہ نہیں یہ تبدیلی حالات و مصالح کی بنا پر ہوتی ہے۔ بس اسی
طرح ہم تقدیرات الٰہیہ میں بداء کے قائل ہیں۔
ایام عیدہ:۔ ہمارے عقیدے میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ
کے علاوہ بعض ایام عید یہ ہیں۔
عید غدیر یہ ماہ ذی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ ہے اس دن خداوند
عالم نے دین کو کامل فرمایا اور بندوں پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں۔
اسی موقع پر جناب رسالت مآب نے غدیر خم کے میدان میں حضرت
علی کو بحکم خدا اپنا جانشین مقرر فرمایا جس کی تفصیل تمام کتب

اہل سنت میں بھی مرقوم ہے۔

عید مباہلہ :۔ یہ ذی الحجہ کی چوبیسویں تاریخ ہے جس دن آیت مباہلہ نازل ہونے پہ جناب رسالت مآب بحکم خدا علیؑ حضرت فاطمہ زہرا، امام حسن اور امام حسین کو ساتھ لے نصارا نجران سے مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے اس دن اسلام کو زبردست فتح حاصل ہوئی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اہل بیت میں کون لوگ شامل ہیں اور یہی پنجتن پاک ہیں۔

عید شجاع :۔ ماہ ربیع اول کی نویں تاریخ ہے۔ بعد واقعہ کربلا اسی روز سید انیاں قید یزید سے رہا ہوئیں اور عمر ابن سعد قاتل امام حسینؑ مارا گیا۔ دشمنانِ اہل بیت کیلئے یہ بڑی ذلت کا دن ہے اسی لئے وہ شیعوں کے خلاف طرح طرح کے افسانے بنا کر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جناب رسالتمآب و دیگر معصومین کا روز ولادت یوم جشن و مسرت ہے ان ایام میں پاک و پاکیزہ رہنا۔ عمدہ لباس پہننا۔ محافل نعت و منقبت منعقد کرنا۔ عبادت بجا لانا۔ بزرگان دین کی قبور کی زیارت کو جانا ہمارے عقیدے میں خیر و برکت و ثواب عظیم کا باعث ہے۔

ایام غم :۔ جناب رسول خدا و دیگر معصومین کی وفات شہادت کا دن یوم غم ہے۔ یکم محرم تا آٹھ ربیع الاول مسلسل ایام عزا

کہلاتے ہیں۔

خصوصاً روز عاشورہ ہمارے لئے بحد رنج و غم کا دن ہے اس روز کسی قسم کے کام میں مشغول ہونا منع ہے سوائے ذکر مصائب شہدائے کربلا اور عبادت و دعا کے اور ان دشمنان خدا و رسول پر لعنت بھیجنے کے جنہوں نے اولاد رسولؐ پر ظلم کی انتہا کر دی تھی۔

بعض گناہان کبیرہ:۔ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ چھوٹے گناہ دوسرے کبیرہ یعنی بڑے سخت گناہ شریعت میں بھی جن کی سزا مقرر ہے اور مرنے کے بعد اس کا مرتکب سخت عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگا۔ ان سب سے بدتر گناہ شرک ہے اس کے علاوہ والدین کی نافرمانی۔ زنا۔ اغلام۔ سود۔ جھوٹ بولنا۔ شراب نوشی۔ جوا۔ گانا بجانا۔ غیبت۔ حسد و تکبر۔ قطع رحم۔ کسی کو بلا قصور قتل کرنا۔ جھوٹی تہمت لگانا۔ چوری کرنا۔ بغیر حق یتیم کا مال کھانا۔ کم تولنا۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکواۃ و دیگر احکام واجب ترک کرنا۔ رشوت لینا۔ وعدہ خلافی کرنا۔ جہاد سے بھاگنا۔ عذاب الٰہی سے بے خوف ہونا۔ اور خدائے تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ غلو یعنی کسی انسان کی ایسی صفت بیان کرنا جو اس کو ربوبیت کے درجہ میں پہونچا دے وغیرہ وغیرہ۔ سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے۔

اتحاد و رواداری کی ضرورت:۔ اسلام ہی وہ دین ہے جو نہ صرف مسلمانوں کے درمیان اخوت و محبت چاہتا ہے بلکہ پوری

انسانی برادری کے اتحاد کا علمبردار ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں سے اشتراک عمل کے لئے ارشاد ہوا "اے رسولؐ! اہل کتاب سے کہیئے کہ آئو ان احکام پر مل کر عمل کریں جو تمہاری اور ہماری کتابوں میں مشترک ہیں" لیکن یہاں یہ عالم ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں بشمول فرقہ شیعہ ایک خدا ایک رسولؐ ایک کتاب ایک قبلہ اور عقائد کا کثیر سرمایہ مشترک ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آنکھ بند کر کے فروعات میں زیادہ الجھ گئے ہیں اس کا ذمہ دار بڑی حد تک وہ طبقہ قرار دیا جا سکتا ہے جسے مذہبی قیادت کا حامل سمجھا جاتا ہے میں پوچھتا ہوں کہ فرقہ واریت کے خلاف اتحاد د اتفاق کی زبانی تلقین تو ہر فرقہ کے رہنما اکثر کرتے ہیں مگر کوئی ایسا عملی اقدام کیوں نہیں کرتے جس سے کہ عوام کی ہمت افزائی ہو۔ کم از کم ایک فرقہ کے علماء دوسرے فرقہ کی مسجد میں جا کر نماز ادا کریں بلکہ شروع سے ایسا ہوتا رہتا تو آج مسجدیں الگ الگ نہ ہوتیں اور دلوں میں اتنی گنجائش ہوتی کہ ایک ہی مسجد میں مختلف فرقہ کے لوگ اپنے اپنے طریقہ سے عبادت بجا لاتے۔ ہم نے اختلاف کی آگ کو کم کرنے کی صحیح معنی میں ابتک کوشش نہیں کی۔ زبان، قلم کا سارا زور اپنی اصلاح سے زیادہ دوسروں کی تنقید پر صرف کیا گیا۔ تردید مذاہب پر ہزاروں کتابیں لکھی گئیں مسجد و مجلس

میں کروڑوں تقریریں ہوئیں جس میں ایک دوسرے پر خوب خوب
کیچڑ اچھالا گیا۔ مگر کسی کو یہ خیال نہ ہوا کہ ایک دین کے پابند
مختلف مذاہب کے درمیان کوئی وجہ مشترک تلاش کریں اور
اپنے زبان و قلم کی توانائیاں تعصب و عناد سے کچلی ہوئی ملت
مسلمہ کو محبت و اتحاد کی شاہراہ پر ڈالنے میں صرف کریں۔

یاد رکھیے کہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھ لینا اور اپنا شہتیر
تک نظر نہ آنا انسانی فطرت کی وہ مشہور بیماری ہے جو آدمی کے
ذہن میں کجی پیدا کر دیتی ہے اور وہ تعمیری راہ سے ہٹ جاتا ہے
یہیں سے نفرت و عداوت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور انسان ایک
دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کئے بغیر دشمنی پر آمادہ ہو جاتا ہے
لہذا ضرورت ہے کہ شر پسندوں کی سنائی باتوں پر یقین کر کے
دوسرے فرقہ والوں کو کافر و جہنمی ثابت کرنے کی کوشش ترک
کر دی جائے اور اس کا فیصلہ دنیا میں خود ہی کرنے کی بجائے خدا
کے لئے قیامت پر موقوف رکھا جائے۔ اگر کسی مذہب کا کوئی
عقیدہ آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو مناسب یہ ہے کہ اس مذہب
کے اہل علم سے دریافت کریں اس کے مذہبی لٹریچر کا خود مطالعہ
کریں اور پھر بھی نہ سمجھ سکیں تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں
آپ کے لئے اپنی اصلاح کا کام کیا کم ہے جو دوسروں کی فکر میں
پڑیں۔ آپ تو صرف یہ دیکھیں کہ دوسرے مذاہب کے

عقائد میں آپ کے لئے کوئی سرمایۂ مشترک موجود ہے یا نہیں ؟
اور یہ غور کریں کہ جو اختلافی مسائل ہیں وہ اپنے عقیدے کے اعتبار
سے جس طرح آپ کو عزیز ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی عزیز ہوں گے۔
ایک بات یہ بھی ہے کہ تیرہ سو برس سے ابتک مسلمانوں کو فرقہ وارانہ
بنیادوں پر سوچنے سے کیا حاصل ہوا ؟ یہی کہ اسلام ٹکڑوں میں
بٹتا چلا گیا اور نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ذوق فرقہ پرستی اور حصول اقتدار
کی خواہش ابھی کتنے اور فرقوں کا اضافہ کرے گی۔ گذشتہ صدیوں
میں مختلف فرقوں میں بڑے بڑے جید علماء گذرے ہیں جنکی
ہمسری کا دعویٰ اس وقت کا کوئی عالم نہیں کر سکتا انھوں
نے ایک دوسرے کو ہم خیال بنانے میں کافی زور تحریر و
تقریر صرف کیا مگر کسی کو کامیابی نصیب نہ ہوئی یہ بھی ہوا کہ برسر
اقتدار فرقہ نے دوسروں کے خون سے اپنی تلوار کی پیاس بجھائی مگر کوئی کسی
کو ختم نہ کر سکا مذہب پھر بھی الگ الگ موجود رہے اور آجکی دنیا میں تو
شائد اس سے زیادہ گمراہ کن اور طفلانہ بات کوئی نہ ہو کہ کوئی فرقہ کسی
فرقہ کو ختم کر سکتا ہے۔ ان تجربات کی روشنی میں عقل و تدبر کا تقاضا اب یہی
ہے کہ تمام مسلمان مذہبی اختلاف کی حقیقت کو تسلیم کریں اور اسکی بنا پر آپس
میں تصادم کو اسلام سے دشمنی خیال کریں۔

والسلام
رضا الہ آبادی

لبِ لباب

۱۔ اسلام ایک جسم ہے اور مختلف فرقے اسکے اعضاء ہیں جسم کے طاقتور ہونے کے لئے ہر عضو کا جُدا جُدا صحتمند ہونا ضروری ہے۔

۲۔ قرآن و سنت کی تعبیر میں اختلاف رائے ہوتا رہا ہے اور یہ مخلص دانشمندوں کا حق ہے لہٰذا اس حق کا احترام چاہیے۔

۳۔ اختلافِ دینیات و فقہ تشکیل پاکستان میں حائل نہیں ہوئی نہ اب اسکی ترقی میں حائل ہو سکتی ہے۔

۴۔ اتحاد و تنظیم کے لئے یہ یقین محکم لازمی ہے کہ "شیعہ سنی بھائی بھائی ہیں"

۵۔ سچا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

قیمت :- ۳۷ پیسے

ملنے کا پتہ

۳۱۳/۲ جوہر آباد فیڈرل بی۔ ایریا کراچی نمبر ۱۹